پُر نور ہو سویرا



مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

پُر نور ہو سویرا

مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

کتاب : پُر نور ہو سویرا (19)

﴿کلام اپریل سنہ ۲۰۲۵ تا جون سنہ ۲۰۲۵﴾

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

سنِ اشاعت : ۲۰۲۵

ملنے کا پتہ :

55 Combemartin Road, London

SW18 5PP

bajwauk@hotmail.com

سرورق : عامر ملک

کمپوزیشن : نابغہ طاہر باجوہ

انتساب

محترم سیّد میر محمود احمد صاحب مرحوم کے نام

جن کی عابد و عالم ہونے کے باوجود عاجزی اور انکسار نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا

ان کی وفات پر کہی گئی میری ایک نظم اس مجموعہ میں شامل ہے

ترتیب

متفرق شعراء

سیّد میر محمود احمد ناصرؒ

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 28 مئی 2025ء)

وہ محمود سیّد، بہت محترم
وہ ناصر، جو طاہر کے تھے ہم قدم

ہوئے ہم سے رُخصت وہ شیخِ عجم
خدا کی رضا پر کیے سر ہیں خم

خوش اخلاق، عاجز، لبوں پر ہنسی
محقّق، محدّث، رواں تھا قلم

شب و روز گزرے تھے تحقیق میں
طلب علم کی، ہو کوئی بھی دھرم

عجب شان تھی علمِ قرآن میں
حدیث و فقہ کے معلّم اہم

شرف اس تعلّق کا حاصل ہوا
تھیں بیٹی خلیفہ کی ان کی حرم

ملی ذمہ داری جو لنگر کی تھی
تو محنت سے تاریخ کر دی رقم

خلافت پہ مرتے تھے ڈرتے بھی تھے
ہوا اس کا اظہار بھی لَا جرَم

بڑے پُر اثر درس ہوتے سبھی
مضامین لکھنے میں چلتا قلم

مربی تھے وہ متّقی باعمل
بہت پھونک کر سارے رکھتے قدم

سبھی جامعہ کے جو شاگرد تھے
وہ نظروں میں ان کی ، رہے محترم

رہے خُلق اعلیٰ، جہاں بھی گئے
رکھا اونچا اسلام کا جو علَم

بہت زندہ دل اور مطہّر مذاق
جو ناراض ہوتے تو غصّہ تھا کم

یتٰمیٰ کا رہتا تھا ان کو خیال
بڑھاپے کا سب کے، وہ رکھتے بھرم

نبھایا ہے وقف آخری سانس تک
تھے مصروف خدمت میں نکلا جو دم

ملے ان کو جنّت میں درجہ بلند
ہو قربِ خدا میں، مکانِ عدم

❀❀❀



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

پیش لفظ

''پُر نُور ہو سویرا اور ڈاکٹر طارقؔ انور باجوہ''

ادب کے ناقدین، ادب کے بارہ میں دو قسم کی بنیادی آرار کھتے ہیں۔ ایک طبقۂ ناقدین کا خیال ہے۔ ادب برائے ادب بنیادی عنصر ہے۔ جس کو سامنے رکھ کر ادب کو پرکھنا چاہیئے یعنی ادبی کاوش، چاہے وہ نثر میں ہو یا شاعری میں، اُس میں فنکاری نظر آنا ضروری ہے۔ الفاظ خوبصورت ہوں ۔ اُسلوب پُر جمال اور دلکش ہو۔ جو بھی سُنے دیکھے یا اُن کے شہ پارے کو پڑھے، وہ واہ واہ کہہ اُٹھے کہ کیا کاریگری اور فن کاری ہے۔ پرانے ادوار میں اسے فصاحت اور بلاغت کا نام دیا جاتا تھا، لیکن آج ہم لوگ اسے ادب برائے ادب کا عنوان دیتے ہیں۔

دوسرا طبقۂ ناقدین اسے زندگی سے ہم آہنگ قرار نہیں دیتا۔ بلکہ ان کے نزدیک ادب برائے زندگی ہونا چاہیئے۔ اس میں نثر ہو یا شاعری، زندگی کے مسائل اور ان کے سُلجھانے کی بات کی جائے۔ ہمارے اردو ادب کے نقّاد ادب برائے ادب کو لکھنؤ کے دبستان کا خاصہ سمجھتے ہیں۔ اور ادب برائے زندگی کا نمائندہ دلّی کے شعراء اور ادباء کو قرار دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں ادب میں زندگی دھڑکے تو وہی ادب ہے۔ دونوں دبستانوں کی مثال نثر میں رجب علی سُرور کی کتاب ''فسانۂ عجائب'''' ادب برائے ادب ظاہر کرتی ہے اور میر امنؔ کی کتاب ''باغ و بہار'' ادب برائے زندگی کی نمائندہ ہے۔ شاعری میں ناسخؔ اور سوداؔ، ادب برائے ادب کے قائل، اور میر و داغؔ ادب برائے زندگی کے نمائندہ ہیں۔ اتنی طویل تمہید اس لئے تحریر کی گئی ہے۔ تاکہ آپ کسی بھی شاعر یا ادیب کی تخلیقات پڑھ یا سُن کر تجزیہ کر سکیں کہ وہ کس دبستان سے متاثر ہیں۔

ہمارے ڈاکٹر طارقؔ انور باجوہ صاحب کی شاعری بھی ادب برائے زندگی کی ترجمان ہے اور زندگی ہی ان کے اس انیسویں مجموعۂ کلام "پُر نور ہو سویرا" میں اپنی بہاریں دکھا رہی ہے۔ ان کے کلام میں انسانیت، محبّت، عقیدت، ارمان، عرفان، ایمان اور دیگر انسانی محسوسات جلوہ پذیر دکھائی دیتے ہیں۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کے اس گلدستۂ کلام "پُر نور ہو سویرا" کے چند پھولوں کو مشامِ جان بنا کر دیکھئے تو عیاں ہو جائے گا کہ وہ دبستانِ دلّی یعنی ادب برائے زندگی کو اپنائے ہوئے ہیں۔

زیست کے دشت میں الہام کے معنی کی شراب
جس نے پی لی، تری الفت میں وہ مخمور ہوا

ہر ایک چہرے پہ ہو روشنی ، سُکون ، ہنسی
یہ فیصلہ ہو ، نئے زخم مت لگائے جائیں

ہمیں بھی ہو طارقؔ یہی فن عطا
کہیں سب کہ شیریں بیاں آ گیا

لگے جب بھوک شدّت سے، نظر دانے ہی آتے ہیں
خیال اُس وقت پنچھی کا کہاں پھندے میں رہتا ہے

خواب بھی جلتے لگے ہیں، نیند بھی بکھری ہوئی
ذکر میں ڈوبا ہوا ہوں اور رُکتا بھی نہیں

موسموں کی طرح سے لوگوں نے
رنگ بدلے حیات کی خاطر

درد کو پہنا کے ہمّت کا کفن
دفن کرواتی ہے قربانی کی عید

وہ رات بہت دیر تلک چین سے سویا
لگتا تھا کوئی خواب اُسے اچھا لگا تھا

عشق گر سمجھیں تو ہر سانس میں اک راز کھُلے
یوں ہی پل پل نہ ستا جائے مہک یادوں کی

جب کبھی پندار ٹوٹا ہے سمجھ آئی ہمیں
زندگی نے دُکھ دیئے تو آ گئی سنجیدگی

دل محبّت میں دے کے صدا رہ گیا
ایک چہرہ وہی آشنا رہ گیا

پروفیسر مبارک احمد عابدؔ

۲نومبر ۲۰۲۵

اظہارِ تشکّر

الحمدللّٰہ کہ اپنا انیسواں شعری مجموعہ ”پُر نور ہو سویرا“ پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔اس سے پہلے میرے اٹھارہ مجموعہ ہائے کلام کو جس طور سے پذیرائی ملی، اس کے لئے سب سے پہلے اپنے ربِّ کریم کا اور اس کے بعد فرداً فرداً تمام احباب کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

جیسا کہ اپنی پہلی کتاب ” لبِّ لباب“ کی ابتدا میں، میں نے ذکر کیا تھا کہ ۱۸ مئی ۲۰۲۰، ۲۵ رمضان المبارک، کی رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللّٰہ تعالیٰ کو اچانک چوٹ لگ جانے کی فکر میں دل پر گہرا اثر تھا۔دُعا کر کے سویا تو خواب میں خود کو ایک لمبی نظم پڑھتے ہوئے پایا۔ آنکھ کُھلی تو احساس تھا کہ پوری نظم یاد ہے، ابھی لکھ لوں گا تاہم لکھنے بیٹھا تو نظم تو بھول گئی تھی، محض اس کی طرز یاد رہی تھی جس پر ایک نظم لکھ کر حضورِ انور کی خدمت میں بھجوا دی۔ لیکن اس وقت یہ احساس ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے جیسے شاعری سکھا دی ہے اور اب میں آسانی سے شعر کہہ پاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے خود مدد کی اور رہنمائی فرمائی اور میں نے روزانہ ایک غزل یا نظم کہنا شروع کر دی۔

میرے ذہن میں قرآنِ کریم کی یہ آیت تھی کہ اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے کہ اگر سمندر دواتیں بن جائیں تاکہ میرے رب کے کلمات لکھ سکیں تو وہ ختم ہو جائیں گے خواہ ویسے ہی سمندر دوبارہ لے آئیں لیکن تیرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ تو اگر

خدا تعالیٰ کی کائنات پر غور کیا جائے تو ایک نظم تو روزانہ کہی جا سکتی ہے۔ اللّٰہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے الحمدللّٰہ

" لبِ لباب" میں میرا، دسمبر ۲۰۲۰ تک کا، سارا کلام شامل تھا۔ اس میں سے غزلیات کا حصّہ الگ کر کے "چاک دامانِ جنوں" کے نام سے شائع کیا گیا۔ میری تیسری کتاب، جس کا نام استاذِ المکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے از راہِ شفقت "ہم قدم دم بدم" تجویز فرمایا تھا، میں یکم جنوری ۲۰۲۱ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل تھا جو زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔

"در آئینہ صفِ دوستاں" میں یکم اپریل ۲۰۲۱ سے لے کر ۳۰ جون ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل کیا گیا۔ "نصیبِ چارہ گری" میں یکم جولائی ۲۰۲۱ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۱ اور "بازگشت" میں یکم اکتوبر ۲۰۲۱ سے ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل ہوا۔ "پیتم بِن مَن سُونا" میں یکم جنوری ۲۰۲۲ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۲۔ آٹھویں مجموعہ میں یکم اپریل سے ۳۰ جون ۲۰۲۲ تک اور نویں "مجموعہ سرنامۂ نور" میں یکم جولائی ۲۰۲۲ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۲ تک کا کلام شامل ہے۔۔ دسواں مجموعہ خلافت سے متعلّق کلام پر مشتمل ہے جبکہ "ایک اور ایک گیارہ" اکتوبر ۲۰۲۲ سے لے کر اگست ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ " بَرشِگالِ نُور "ستمبر ۲۰۲۳ سے لے کر دسمبر ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ "گمان سے یقین تک" جنوری تا مارچ ۲۰۲۴ اور مجموعہ "رنگِ وفا دیکھو تو" اپریل تا جون ۲۰۲۴ کے کلام پر مشتمل ہے۔ "آئینہ ابرار کا" تیرھویں اور چودھویں مجموعے کی چنیدہ غزلیں ا اور نظمیں الگ کر کے تیّار کی گئی ہے۔ اسی طرح سولہواں مجموعہ سخن سمندر تیرھویں اور چودھویں مجموعے کی صرف غزلوں پر مشتمل ہے۔ سترھواں مجموعہ "منّت کشِ دعا" جولائی ۲۰۲۴ سے دسمبر ۲۰۲۴ کے کلام پر مشتمل ہے۔ اٹھارواں مجموعہ "دھنک اجالے" جنوری ۲۰۲۵

سے مارچ ۲۰۲۵ کے کلام پر مشتمل ہے۔ اور یہ انیسواں مجموعہ "پُرنور ہو سویرا" اپریل ۲۰۲۵ سے جون ۲۰۲۵ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔

دیگر مہربانوں کے ساتھ، محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو باقاعدگی سے میرا کلام دیکھ کر حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرما دیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام بھی ان کا ہی تجویز کردہ ہے۔ اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر محنت کے ساتھ انہوں نے ایک ایک لفظ کا جائزہ لے کر اپنی مفصّل رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ میں اپنے ان اساتذہ اور دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ وقت نکال کر اپنی رائے سے نوازا۔ مکرم و محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے ہر بار ایک خوبصورت پیش لفظ سے نوازا اور محترم عبد الشکور صاحب نے امریکہ سے، مبارک احمد صدیقی صاحب اور خاص طور پر مکرم طفیل عامر صاحب نے اپنی خصوصی آرا سے نوازا۔ ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے صاحب نے حسبِ معمول کتاب پر نہ صرف رائے کا اظہار فرمایا بلکہ ہر دفعہ ایک خوبصورت نظم سے بھی نوازا۔ اللہ ان سب کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے اور احسن ترین جزا عطا فرمائے۔ آمین!

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ۔ لندن

غزلیات

و

دیگر کلام

حمد

جس طرف دیکھو ، ترا حسن ہے مستور ہوا
دیکھ کر دل یہ ، محبّت میں تری چُور ہوا

دُکھ ہوئے دور ، نہ شکوہ ، نہ رہا غم باقی
تیرا جلوہ ہوا جس دل پہ ، نہ رنجُور ہوا

زیست کے دشت میں ، الہام کے پانی کی شراب
جس نے پی لی، تری الفت میں وہ مخمور ہوا

یہ ضروری تو نہیں دل بھی ہو ٹکڑے ٹکڑے
تُو اتر آئے جہاں ، موسٰی کا وہ طُور ہوا

تُو مرے سامنے آیا تو نگاہیں نہ اُٹھیں
آنکھ بھر کر تجھے دیکھوں ، یہ نہ مقدور ہوا

ایک گمنام کسی بستی میں عاشق تیرا
ایک عالم میں وہی نام ہے مشہور ہُوا

جو نہ مانے تو قضا کرتی ہے بے بس اُس کو
آگے تقدیر کے ، جھکنے پہ وہ مجبور ہوا

عشق توہین کے الزام میں سُولی پہ چڑھے
کب سے دنیا کا ہے طارقؔ یہی دستُور ہوا

❀❀❀

غزل

ستا لیا تو چھوڑ کے پنچھی شجر چلے
مہمان تھوڑی دیر کو آئے تھے گھر چلے

پانی کی آرزو میں نظر آئے جو سراب
صحرا نورد میلوں تلک آس پر چلے

منزل کو جانتے ہیں یا انجان اس سے ہیں
جب تک ہے سانس ، تب تلک یہ تو سفر چلے

گر سو برس کی زندگی بھی مل گئی تو کیا
آخر کو ، آخرت کے سفر پر ، بشر چلے

رخصت ہوئے تو خواہشیں ، حسرت میں ڈھل گئیں
سمجھے تھے اپنی زندگی خوشیوں سے بھر چلے

بھُولے ہیں مستقل جو ٹھکانہ ملے گا واں
لیکن یہاں کی عارضی لذّت پہ مر چلے

قول و عمل ہمارا جو دیکھو تو ہے گواہ
ہم سے جو ہو سکا ہے وہ ہمّت سے کر چلے

کچھ اس لئے بھی ہم نے دیا آج یہ پیام
طارق نہ ہم پہ ہی کوئی الزام دھر چلے

❀❀❀

غزل

" وہ جنوں خیز مسافت تھی کہ دیکھا ہی نہیں "
راستہ کتنا کٹھن ہے ، کبھی سوچا ہی نہیں

قافلے گرد اڑاتے ہوئے جاتے ہیں بہت
کوئی منزل پہ بھی پہنچائے بھروسا ہی نہیں

آسماں سایہ فگن اب بھی زمیں پر جب ہے
کون کہتا ہے کہ اب معجزہ ہوتا ہی نہیں

منتظر اس کی ہے مخلوق مدد آنے کی
کیسا خالق ہے اگر ہاتھ پکڑتا ہی نہیں

دوش کیا دیتے ہو مجھ کو کہ اسے دیکھا ہے
تب سے اب میری نظر میں کوئی جچتا ہی نہیں

کون اس شخص کو رستے کا پتہ دیتا ہے
جس کا منزل پہ پہنچنے کا ارادہ ہی نہیں

ہر طرف ہم نے محبت کے جلائے ہیں چراغ
بند آنکھوں سے تو رستہ کبھی دکھتا ہی نہیں

طارقؔ آ جاؤ اسے مل کے پکاریں سارے
اُس پہ الزام نہ آ جائے وہ سُنتا ہی نہیں

❀❀❀

غزل

آدم اگر آدم ہی سے بیزار ہوا ہے
ناراضیٔ خالق ہی کا اظہار ہوا ہے

پہنچی ہے یہ دنیا جو تباہی کے کنارے
شاید کسی مظلوم کا آزار ہوا ہے

سیلاب بلا وجہ تو آیا نہیں کرتے
لگتا ہے کسی نوح کا انکار ہوا ہے

انسان عقیدے کا بنا کب سے مکلّف
کیوں اپنی منانے پہ ہی اصرار ہوا ہے

مامور حفاظت پہ ہوئے چور لٹیرے
منصف بھی وہی ، صاحبِ دستار ہوا ہے

نکلے ہیں جو زنداں سے کہیں درد کے قصّے
بتلائیں کہ کیا کیا ، پسِ دیوار ہوا ہے

ہجرت پہ ہیں مجبور ہوئے اپنے وطن سے
واں دیں پہ عمل کرنا بھی دشوار ہوا ہے

طارقؔ ہے جو خاموش دعاؤں پہ بھروسہ
انکار سدا ، باعثِ انذار ہوا ہے

❀❀❀

غزل

پیامِ امن کی جگ میں اشاعت کیوں نہیں کرتے
بیاں کُل عالمیں پر ، جو ہے رحمت ، کیوں نہیں کرتے

تمہارے سامنے ظلم و ستم دن رات جاری ہے
تو ظالم کی کھڑے ہو کر مذمّت کیوں نہیں کرتے

پھریں نفرت سے ، نظریں ہیں ، کبھی مسلک نہیں بدلے
"محبّت کر کے دیکھو نا! محبّت کیوں نہیں کرتے"

اگر میراث مومن کی ہے حکمت اور دانائی
ادا تم اس کا پھر حقِّ وراثت کیوں نہیں کرتے

بُلاؤ دیں کی جانب ، حکم ہے احسن طریقے سے
تو احکامِ شریعت کی اطاعت کیوں نہیں کرتے

تمہارا قادرِ مطلق خُدا سے گر تعلّق ہے
جھکا کر سر بیاں پھر اپنی حاجت کیوں نہیں کرتے

تمہیں ادراک ہے وہ جانتا ہے ، علم رکھتا ہے
تمہیں کہہ دے گا تم میری عبادت کیوں نہیں کرتے

مگر ایمان ہی ، جن کا نہیں اُس ذاتِ باری پر
ذرا سا غور کر لینے کی زحمت کیوں نہیں کرتے

منافع سب سے بڑھ کر ہو خدا کی رہ میں دینے سے
خدا سے فائدے کی یہ تجارت کیوں نہیں کرتے

ملیں جو نعمتیں تم کو کئی محروم ہیں ان سے
ملا ہے جو تمہیں اس پر قناعت کیوں نہیں کرتے

غضب بھڑکے خدا کا ، دیکھ کر گونگی شرافت کو
سمجھتے ہو جو حق ، کہنے کی جرأت کیوں نہیں کرتے

نہیں طارق خدا کے سامنے شکوے کی جا کوئی
تو سجدے میں گرے رہنے کی عادت کیوں نہیں کرتے

قطعہ

لاٹھی سے ڈر ہے کیا ، خدا کا خوف کیجیے
اُن سے کہیں ، نہ بے بسوں کا خون پیجئے

لازم نہیں کہ جنگ کے شعلوں کو دیں ہوا
ہو جائے امن ، ہوش کے ناخن جو لیجئے

❀❀❀

مَزِّقْھُم وَ سَحِّقْھُم ۔۔۔۔کی دعا بر موقع خطبۂ جمعہ 2 مئی 2025

کب سَحِّقْ ، مُمَزِّقْ ، عُجلت میں آ گیا
ظالم کا ظلم اب تھا شقاوت میں آ گیا

مہلت تھی چار دن کی ملی ، خود ہی دیکھ لو
اس کا نتیجہ جنگ کی صورت میں آ گیا

ٹکرا کے اک ولی سے بھلا کیا کوئی بچا
جب فیصلہ خدا کی عدالت میں آگیا

اب بھی کہے گا کیا کوئی مہلت نہ مل سکی
ہم پر عذاب کس طرح غفلت میں آ گیا

معصوم خوں زمیں پہ مسلسل بہا مگر
کیا رحم کچھ ، خدا کی خشیّت میں آگیا

چکّی جو چل پڑی ہے تو اب منتظر رہو
پس جائے گا جو اس کی قساوت میں آ گیا

حیران ہوں گے مارنے والے شہید کو
کتنا اثر ہے اس کی شہادت میں آ گیا

مینار مسجدوں کے گراتے ہو بے دھڑک
دیکھو خدا کا گھر ہے حفاظت میں آ گیا

خطبہ جمعہ کی ایک دُعا کا ہوا اثر
دو دن میں جو عدو تھا ، حراست میں آ گیا

طارقؔ خدا کی قدرتیں ظاہر ہوئیں ہمیش
بندہ خدا کا جب کوئی حرکت میں آ گیا

❀❀❀

غزل

یہ وقت ہے کہ چراغِ وفا جلائے جائیں
کہ دل ہوں صاف ، سبھی ، بد ، گماں مٹائے جائیں

جہاں میں جنگ نے برباد ہی کیا سب کو
نہ ہو لڑائی ، کوئی سلسلہ بنائے جائیں

نہ سرحدوں پہ ہو پہرا، نہ دل میں دیواریں
محبتوں کے نئے راستے سجائے جائیں

زمیں کو خون سے دھونا کوئی ہنر تو نہیں
قدم اٹھائیں ، کہ ناحق ، نہ خوں بہائے جائیں

ہر ایک چہرے پہ ہو روشنی ، سکون ، ہنسی
یہ فیصلہ ہو نئے زخم ، مت لگائے جائیں

نہ ہو فضا میں صدا ، نفرتوں کے نعروں کی
محبّتوں کے دیے چار سُو جلائے جائیں

ہزار بار بکھر کر بھی ہم نے چاہا ہے
کہ ٹوٹے رشتے ، دوبارہ سے پھر بنائے جائیں

سنا ہے صلح کے موتی ہوئے ہیں اب نایاب
چلو دلوں کی زمیں پر ، وہی اگائے جائیں

نہ پوچھ کس نے جلائے ہیں شہر کے آنگن
اہم ہے شعلے یہ طارقؔ ، سبھی بجھائے جائیں

❀❀❀

امن کو خوش آمدید

عجب معجزہ ناگہاں آ گیا
کہ امن آشتی کا بیاں آ گیا

رہے کوئی نفرت، نہ جنگ و جدل
یہ پیغام بر وقت ہاں آ گیا

اُٹھی جو دعا دل سے ، پوری ہوئی
کہ لفظِ اماں ، بر زباں آ گیا

نہ جانے کہاں سے پریشان کُن
کہیں سے یہ تھا امتحاں آ گیا

چراغوں نے کی گفتگو تو چھٹا
اندھیرا تھا جو درمیاں آ گیا

نہ شمشیر، نیزہ، نہ زہرِ جفا
خوشی ہے ، پیامِ اماں آ گیا

جلا دیں گے نفرت کے سب وسوسے
کوئی دل میں گر بد ، گماں آ گیا

ہواؤں میں گھلنے لگا ہے سکوں
ہے سر پر کوئی سائباں آ گیا

زمیں پر نئے امن کے گل کھلے
چمن کا کوئی باغباں آ گیا

جو ٹوٹے ہوئے تھے دلوں کے حرم
وہاں پھر سے لطفِ اذاں آ گیا

بجھی آگ دل کی، ہوئی آنکھ تر
محبت کا جب ترجماں آ گیا

ہوا نے بہاروں کی دی ہے نوید
اچانک تھا موسم خزاں آ گیا

ہمیں بھی ہو طارقؔ ، یہی فن عطا
کہیں سب کہ شیریں بیاں آ گیا

❀❀❀

غزل

جب آنکھ لہو سے بھر جائے، کیا ہوتا ہے؟
جب صلح کا نعرہ مر جائے، کیا ہوتا ہے؟

ہر سمت اگر ہو نفرت کا دیوانہ پن
پھر حرفِ وفا بھی ڈر جائے، کیا ہوتا ہے؟

جب بستی کو شعلے چاٹیں خاموشی سے
کھُل دوزخ کا ہر در جائے، کیا ہوتا ہے؟

آغوش ٹھکانہ بن جائے صحراؤں کی
پھر کوئی مسافر گھر جائے، کیا ہوتا ہے؟

لاشوں کی گنتی ہوتی ہیں جنگیں ساری
پھر وقت کنارا کر جائے، کیا ہوتا ہے؟

جو روح پہ زخم لگے جانے انجانے میں
وہ زخم کبھی پھر بھرجائے، کیا ہوتا ہے ؟

جب بلبل باغ میں ، صدیوں تک خاموش رہے
پھر گل کا نامہ بر جائے، کیا ہوتا ہے؟

جب عشق ، سیاست کے ہتھے چڑھ جائے تو
پھر کتنا ، کس کا زر جائے ، کیا ہوتا ہے؟

جب حبس میں طارقؔ سانس بھی لینا مشکل ہو
دل اپنی مرضی کر جائے، کیا ہوتا ہے؟

❀❀❀

غزل

اکثر جو آپ سے تھے ابھی بے خبر ملے
جو آپ پر فدا تھے ، سبھی معتبر ملے

آشُفتہ سر تھے کتنے مریضانِ دل فگار
مدّت سے منتظر تھے کوئی چارہ گر ملے

جس جس نے غور سے کبھی ہے آپ کو سُنا
اُس کو تو لفظ لفظ میں لعل و گہر ملے

کر لیں گے ہم بھی ، ساغر و مینا کا اہتمام
ساقی ، حسین آپ سا جو منتظر ملے

ہم پیار کا پیام ، کس کے ہاتھ بھیجتے
جو معتبر ہو ، منتظر تھے ، نامہ بر ملے

دل جیتنے کے داؤ سبھی جانتے ہیں آپ
جی چاہتا ہے ، آپ کو فتح و ظفر ملے

تیرے لئے بہشت کی ہوگی نوید جب
طارقؔ! وصالِ یار کی تجھ کو خبر ملے

❀❀❀

غزل

دل کو نہ بیقرار پھر کیسے کرے کوئی
آنکھیں نہ اشکبار پھر کیسے کرے کوئی

تسکینِ دل ملی ہو اگر تیرے فیض سے
ایسے میں اضطرار پھر کیسے کرے کوئی

وابستہ تیرے نام سے ہیں ساری عزّتیں
اس پر نہ انحصار پھر کیسے کرے کوئی

وقتِ مسیح آ گیا ، آکر چلا گیا
اتنا بھی انتظار پھر کیسے کرے کوئی

ہو ذکر تیرا ، مجھ سے کہا جائے کر بیاں
ایسے میں اختصار پھر کیسے کرے کوئی

کرتا ہے بار بار وہ سارے گنہ معاف
تنگ اس کو بار بار پھر کیسے کرے کوئی

وہ حالِ دل کو جانتا ہے منہ سے کیا کہیں
دامن کو داغدار پھر کیسے کرے کوئی

شکوہ ہے اُن کو مانتا ہے یہ وہی خُدا
طارقؔ پہ اعتبار پھر کیسے کرے کوئی

❀❀❀

متفرق شعراء

ہے وعدہ آپ سے اِنِّی مَعَکَ یا مَسْرُوْر

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 3 جون 2025ء)

جہاں میں آپ کی برکت سے پھیل جائے نور
جہالتوں کے اندھیرے، دلوں سے ہوں اب دُور

زمانہ دیکھے، ترقی ہماری ہو بھرپور
یقیں ہے فتح کا وعدہ تو پورا ہوگا ضرور

خدا عطا کرے روح الامین کی نصرت
رکھے حسد کی وہ نظریں ہمیشہ ہم سے دُور

دعائے عمرِ خضر مانگتے ہیں سب مل کر
کرے گا آپ کے حق میں خدا اسے منظور

ہے وقت آ گیا غالب خدا کا دین ہو اب
ہے وعدہ آپ سے اِنِّی مَعَکَ یَا مَسْرُوْر

ردا خدا نے خلافت کی جو ہمیں دی ہے
ملا سروں کو ہمارے یہ تاجِ فخر و غرور

خدا کا فتح کا وعدہ ہو جلد اب پورا
ہوئے ہم آپ کے اور آپ ہیں ہمارے حضور

❀❀❀

غزل

خدا کو ڈھونڈنے نکلے ہو وہ بندے میں رہتا ہے
تجارت اُس سے ہو تو فائدہ سودے میں رہتا ہے

نظر آئے تو کر دیں نذر جاں یہ ، منہ دکھائی میں
ہمیں وہ جانتا ہے، اس لئے پردے میں رہتا ہے

وہ بخشا جائے گا اس کو نہیں فرصت گناہوں کی
کہ سارا دن ہی جب مصروف وہ دھندے میں رہتا ہے

نہیں تہذیب سیکھی اور زباں قصّے سناتی ہے
تو اُس کا دوش کیا ، ماحول ہی گندے میں رہتا ہے

وظیفہ مولوی سے گر دکاں پر وہ نہ پڑھوائیں
گماں ہے کاروبار ان کا تو پھر مندے میں رہتا ہے

زبانوں سے اگر اظہار پر لگ جائے پابندی
تو پھر وہ درد پوشیدہ کہیں ہِردے میں رہتا ہے

لگے جب بھوک شدّت سے، نظر دانے ہی آتے ہیں
خیال اس وقت پنچھی کا ، کہاں پھندے میں رہتا ہے

بصیرت کی نظر ، حقّ الیقیں دیتی نہیں طارقؔ
مگر الہام سے ، عین الیقیں ، اندھے میں رہتا ہے

غزل

داستاں اس قدَر ہماری ہے
زندگی جیسے تیسے جاری ہے

لازمی تو نہیں محبّت ہو
میرا مضمون اختیاری ہے

مجھ کو اپنا ، بنا لیا اُس نے
قرض اُس کا یہ مجھ پہ بھاری ہے

مجھ کو توفیق دے ، نبھا پاؤں
عشق اس کا تو ، ذمّہ داری ہے

سوچتے ہیں سدا وہ سُود و زیاں
ذہن جن کا بھی کاروباری ہے

دیکھوں اُس کو حجاب کے اندر
اُس کی صورت بھی کتنی پیاری ہے

ضبط ٹوٹا تو بہہ پڑے آنسو
یہ اسیروں کی رستگاری ہے

قصد طارقؔ اُسی کا کر بیٹھے
یہ جنوں کیسا ، ہم پہ طاری ہے

❀❀❀

" ایک جائے گا، اُس کی جگہ لیں گے سو "

زندگی کی ، خدا دے ، بشارت ہمیں
پیش کرنے کی جاں ، دے جسارت ہمیں

شوق ، دل میں شہادت کا پیدا کیا
دیکھ لو گے ، اسی سے عبارت ہمیں

ایک جائے گا اس کی جگہ لیں گے سو
اُس نے بڑھنے میں دی ہے مہارت ہمیں

مہر و مہ دے دیے روشنی کے لئے
جس نے دی ہے ،بصیرت ، بصارت ہمیں

مال و جاں اس کی رہ میں نچھاور کریں
اس نے سکھلائی ہے یہ تجارت ہمیں

ہم محبّت کا پیغام دیتے رہیں
گو ملے اس کے بدلے حقارت ہمیں

جو بھی تھا نیک فطرت اِدھر جُڑ گیا
روک پائی نہ کوئی شرارت ہمیں

ہم خلافت کی رسی کو تھامے رہے
ہے خدا بادشہ ، دی وزارت ہمیں

ہم اطاعت کے جذبے سے سرشار ہیں
زندہ رکھتی ہے اس کی حرارت ہمیں

اُس کے بستاں کے پودے ثمر بار ہیں
جانے دے گا وہ کیسے اکارت ہمیں

گفتگو سے ہی ، جلوہ دکھا کر کبھی
وہ تو اپنی کرا دے زیارت ہمیں

ایسے تقویٰ کی راہوں پہ طارقؔ چلیں
ہو عطا رب سے دل کی طہارت ہمیں

غزل

جو رہِ وفا میں ہے جاں گئی، تمہیں کیا خبر ، وہ کہاں گئی
جو لہو بہا تو اٹھی دعا، وہ عدو کو دے کے زیاں گئی

وہ جو خونِ دل سے لکھی گئی، وہی عرض سوئے جناں گئی
کبھی خاک پر جو رقم ہوئی، وہی لوحِ دل کی زباں گئی

ترے آستاں پہ جھکی جبیں، ترے خواب دیکھ کے بایقیں
یہیں اہلِ دل کی قضا ہوئی، یہیں زندگی بھی جواں گئی

وہ جلی تو مثلِ چراغ تھی ، ترا آندھیوں میں سراغ تھی
وہی اک شعاعِ حسیں بنی، وہی روشنی مری جاں گئی

جو خموشیاں تھیں ،صدائیں تھیں ،وہ لبوں پہ دل سے دعائیں تھیں
وہی بے بسی تری ، عرش تک ، بہ ظہورِ آہ و فغاں گئی

ترا نام لے کے جو رو پڑے، تو کہاں کی ہے یہ بہادری
جو رہا غرورِ وفا ترا ، نہ رہی طلب، نہ اماں گئی

نہیں لب کھُلے ، نہ گلہ ہوا ، رہے دل پہ جو بھی ستم روا
یہ شعور تھا کہ جنون تھا ، تیری یاد تھی ، یہ کہاں گئی

نہ سنی کسی نے وہ دل لگا وہ جو عشق نے کہیں دی نوا
وہی اک صدا تھی نوید کی، جو ہوا میں بن کے اذاں گئی

بڑھی جب بھی دل کی ہے خستگی وہی آرزو کی فغاں سنی
نہ ملا سکوں، نہ قرار ہی ، وہ سکوت کی جو زباں گئی

وہ جو کرب تھا مری جان کا ، وہ تری عطا کا نشان تھا
وہ جو آنکھ بھر کے بہا دیا، تو مری خوشی بھی رواں گئی

ہے یقین طارقِ مبتلا ، وہی ذات ، ذاتِ رحیم ہے
نہ دوا رہی ، نہ دعا ہی کی ، جو بچی وہ حسرتِ جاں گئی

❀❀❀

غزل

نُور کے دریا میں گُم ہوں یوں تو ، کھویا بھی نہیں
ڈھونڈنے نکلا ہوں خود کو ، خود سے ملتا بھی نہیں

دل کے سجدوں میں جو آیا، وہ تو مولا ہی ہوا
دل کے رستے میں تو کعبہ، یا کلیسا بھی نہیں

غور سے دیکھا جو ، اپنا عکس آیا ہے نظر
آئینے میں اب کوئی چہرہ، پرایا بھی نہیں

خواب بھی جلتے لگے ہیں، نیند بھی بکھری ہوئی
ذکر میں ڈوبا ہوا ہوں، اور رُکتا بھی نہیں

خاک سے پیدا ہوا تھا، خاک ہی میں جاؤں گا
دل کبھی دُنیائے ہستی، سے لگایا بھی نہیں

ذکر و فکرِ زندگی ہے اور ہے تنہائی بھی
کچھ نہیں باقی ، ابھی کچھ اور آیا بھی نہیں

صوتِ حق سن لی جو دل نے، وسوسے سب مٹ گئے
اب کوئی آواز باقی، کوئی دعویٰ بھی نہیں

آنکھ جب کھولی ، حقیقت پر سے پردے اٹھ گئے
اب نظر میں سچ کے جلوے، ہیں، تماشا بھی نہیں

جو غبارِ ذہن تھا وہ نور میں ڈھلتا گیا
راستہ دکھلا رہا ہوں، گو دِیا سا بھی نہیں

ذکر کرتے ، آگہی کے راز ، دل پر کھُل گئے
اب نیازِ دل کا سودا، کوئی سودا بھی نہیں

محوِ حیرت ہوں ، مرا چہرہ کہاں پر کھو گیا
میں ہی میں باقی ہوں طارقؔ ، اور تنہا بھی نہیں

❀❀❀

غزل

اگرچہ تُو نہیں ، تیرا خیال باقی ہے
ترے خیال کا حسن و جمال باقی ہے

کبھی یہ دل نہیں مانا جدا ہو تُو مجھ سے
کوئی تو ربط ہے کوئی وصال باقی ہے

بچھڑ کے بھی تُو مری زندگی میں ہے موجُود
تری نظر کا بہت کچھ کمال باقی ہے

میں ٹوٹ بھی گیا بکھرا نہیں مگر پھر بھی
تری جدائی سے پہلے کا حال باقی ہے

بھُلا کے بھی تجھے دل جا گزیں ہے تجھ میں مرا
یہ کیسا عشق ہے ، یہ کیسا جال باقی ہے

تُو جس گلی سے گیا تھا ہے آج بھی روشن
وہ چاپ اور وہ آہٹ وہ چال باقی ہے

یہ خواب ، نیند ، دعا سب بکھر چکے لیکن
دل و نظر میں ابھی اک سوال باقی ہے

میں جشنِ فتح مناؤں یہ کیسے ہے ممکن
کہ دشمنوں کا ابھی تک زوال باقی ہے

یہ سچ ہے لہجے میں تیرے بہت ہے کاٹ مگر
ترے کلام میں طارقؔ کمال باقی ہے

❀❀❀

غزل

ملے تاریخ ورثے میں ، بنائی تو نہیں جاتی
ندامت خیز یہ ہو جب ، بتائی تو نہیں جاتی

شہادت ایک سجدہ ہے، جو لکھ دیتا ہے تقدیریں
یہ قربت کی وہ ساعت ہے، بُھلائی ، تو نہیں جاتی

اگرچہ جسم مٹی ہے اور اس میں خاک کی خوشبو
ملا کر خاک میں مٹی ، مٹائی تو نہیں جاتی

جفا سہنے سے پہلے ہم نے یہ بھی سوچ رکھا تھا
کہ منزل ایسے رستوں پر دکھائی ،تو نہیں جاتی

ہزاروں سرد مہری ہو، تماشا ہو، ستم ہو، غم
یہاں پر چشمِ نم ہو تو ، رُلائی تو نہیں جاتی

بقا ان کو ملی ہے جو فنا کے باب کھول آئے
یہی وہ راہ ہے جس سے خدائی تو نہیں جاتی

نہ پوچھو کرب کیا ہے، یہ تماشا سب پہ ظاہر ہے
زباں سے جو نکلتی ہے دُہائی ، تو نہیں جاتی

تمہیں کیا علم اس عالم کا جس میں دل پگھلتے ہیں؟
جہاں آواز جاتی ہے، رسائی تو نہیں جاتی

کوئی بھی سانس طارقؔ ، عشقِ حق میں جب تک آتی ہے
علامت زندگی کی ہے ، چھُپائی تو نہیں جاتی

❀❀❀

غزل

تیر نظریں بھی نہیں ہیں اور کماں ابرو نہیں
مر گیا آنکھوں کا پانی اور بہے آنسو نہیں

شامّہ کی کھو گئی حس یا بصارت چھن گئی
گُل کوئی اس دور میں کیا منبعِ خوشبو نہیں؟

کیا ہوئی تیری سماعت ، لمس ، تیرا ذائقہ
مر چکے ہیں سب قویٰ ، احساس کی جو خُو نہیں ؟

دشت میں رہتے ہوئے مدّت ہوئی پر آج بھی
مجھ سے دریا پوچھتا ہے ، کیا بنا میں جُو نہیں ؟

کیسے سمجھاؤں گا اس کو جس نے دیکھا ہے تجھے
اس شبِ تاریک کے پیچھے ترے گیسو نہیں

اس کے ہونے سے نہ جانے کیوں تمہیں انکار ہے
اس کی قدرت دیکھ لی تم نے بھی کیا ہر سُو نہیں

رونقیں لاکھوں ہیں محفل میں ، مگر کیا دل لگے
اس سے کیا ہم کو اگر موجود وہ گُل رُو نہیں

لوگ اب تیرے سخن کے معترف طارقؔ ہوئے
چل دیئے اُس وقت جب محفل میں دیکھا تُو نہیں

❁❁❁

غزل

دھڑکتی آگ ، کسی شمس میں مسلسل ہے
کہ ذرّہ ذرّہ اسی ، درس میں مسلسل ہے

کوئی تو نور بناتا ہے ، خاک یا پھر نار
تو زیست باقی ترے لمس میں مسلسل ہے

نگاہِ الفتِ ساقی نے بھر دیا ساغر
یہ کائنات تبھی ، رقص میں مسلسل ہے

چمن میں گل نہ مہک ہے ، اکیلی ہے بلبل
زمانہ ہجر کا ہی ، عکس میں مسلسل ہے

سکوں فراق میں مل جائے ہے کہاں ممکن
کہ انقلاب ترے ، نفس میں مسلسل ہے

بدل نہ پائے جو کرگس ہے اپنی فطرت میں
وقار جب کہ رُخِ ہنس میں مسلسل ہے

یہی تو وقت ہے اِس کو سنوار لینے کا
گریں گے اشک کہ ، دل حبس میں مسلسل ہے

قرار پائے گا طارقؔ وصال پا کر ہی
کہ اضطراب کسی شخص میں مسلسل ہے

❀❀❀

غزل

ہے پردہ حیا ، توُ نظر مت اُٹھا
جو وعدہ کیا ہے اسے تُو نبھا

جو پایا اُسے، کھو نہ دے ہاتھ سے
ذرا سوچ کس نے یہ تجھ کو دیا

ہے الفاظ دے کر دیا اک شعور
مگر فہم برتر، عطا ہے سوا

کہیں دور مت جا، مگر غور کر
خموشی سے دل کی تُو سن لے صدا

یہ دنیا فریبِ نظر ہے فقط
جو ہے، بس وہی ہے، یہ کس نے کہا

گماں ہے غلط ، راہ روشن نہیں
خموشی سے دل میں تُو رستہ بنا

نہ چل علم لے کر، نہ عقلوں کے ساتھ
ہو اہلِ جنوں سا، قدم وہ اُٹھا

وہی درد، تسکین کا نام ہے
اگر ہے وہ زندہ، تو باقی رہا

میں آئینہ ہوں، گر تری ذات کا
خودی کو مٹا دے، بس اپنا بنا

فنا کا ہی در ہے ، بقا کا سفر
ہے طارقؔ ، تقاضا یہ پورا کیا

❀❀❀

غزل

گھر سے نکلا ، نجات کی خاطر
جان کی احتیاط کی خاطر

اک سکوتِ عمیق میں گزری
تجھ سے ترسا تھا بات کی خاطر

راکھ میں علم کا ورَق لِپٹا
دل جلا کائنات کی خاطر

جس کو دیکھا وہی تھا آئینہ
بند تھا خواہشات کی خاطر

عشق آنکھوں سے دے ہٹا پردہ
کیا کریں ، انبساط کی خاطر

موسموں کی طرح سے لوگوں نے
رنگ بدلے حیات کی خاطر

جانے کب تک یہ رُت ہے پت جھڑ کی
پیڑ ترسے ہیں پات کی خاطر

کرب چمکا تو نور آیا کہیں
درد لازم ہے ذات کی خاطر

لب ہلے بھی تو بول پایا نہ
لفظ کم ہیں نجات کی خاطر

وہ بھی کیا زندگی ہوئی جس میں
دن گزارا ہے رات کی خاطر

کیا بتائیں کہ ہم پہ گزری کیا
خُلد میں تیرے سات کی خاطر

کون تھا جو میں ہو نہ پایا کبھی
کیا ہوں طارقؔ ، بساط کی خاطر

غزل

خواب کی وادی سے جو بھی دل رُبا ہو کر گیا
جیسے منزل کی طرف ، اک راستہ ہو کر گیا

خاک سے اٹھ کر ہوا جب آشنائے ذاتِ ہُو
آئنہ توڑا خودی کا ، نقشِ پا ہو کر گیا

قطرہ قطرہ زندگی بھر ، دکھ اکٹھے تو کئے
اشک بن کر غم کا دریا بھی جدا ہو کر گیا

ہر نفَس میں عشق کی پرچھائیاں چھپتی رہیں
دل مگر ہر بار تنہا، بے نوا ہو کر گیا

چشمِ بینا جب کھُلی ، دنیا دھوئیں جیسی لگی
نور کی لَہروں میں لیکن میں ضیا ہو کر گیا

حرف جب فانی ہوئے، باقی رہا اک نامِ بس
زُہد کی راہوں میں کوئی ، کیا رہا ہو کر گیا؟

سر بسر تسلیم میں سجدہ کیا جب جب کہیں
رازِ ہستی کا ہر اِک پردہ ہَوا ہو کر ، گیا

دست بستہ ایک لمحہ عرضِ تسلیمات میں
عین اُس دم وہ ازل کا ماجرا ہو کر گیا

بزمِ ہستی میں نہ کچھ بھی تھا ، نہ کچھ باقی رہا
جو بھی آیا، عکسِ وحدت، کا دیا ہو کر گیا

دل پہ جب اتری نگاہِ لامکانی کی شعاع
وقت کا ہر رنگ، ہر لمحہ فنا ہو کر گیا

ہم نے جب "من تُو" کی چادر اوڑھ لی طارقؔ کبھی
کائناتِ ہست و بود، اک ماجرا ہو کر گیا

❀❀❀

غزل

کہاں ہم کو خدا بھولا ہوا ہے
یہ سچ ہے راستہ بھولا ہوا ہے

کسی معصوم جاں پر ظلم ڈھاتے
کبھی ہوں گے ، فنا بھولا ہوا ہے

تقدّس کا لبادہ اوڑھتے ہیں
مگر صدق و صفا ، بھولا ہوا ہے

ابو طالب کی وادی میں ہوا جو
کسے جبر و جفا ، بھولا ہوا ہے

تعلّق توڑ کر اپنے جدا ہوں
کہ دل جیتے وفا ، بھولا ہوا ہے

بھٹکتی پھِر رہی ہے ناؤ کب سے
کہاں ہے نا خدا ، بھُولا ہوا ہے

صلہ رحمی کا جذبہ ہے اپاہج
ہے رشتہ کس سے کیا ، بھولا ہوا ہے

صداقت پر نہیں پڑتا ہے پردہ
تو سچ ہے کیا بتا ، بھولا ہوا ہے؟

کیا اقرار تھا جو بندگی کا
کہا تھا جو بلٰی ، بھولا ہوا ہے

کسی کا قرض ہے یہ زندگی تو
ہوا ہے کیا ادا ، بھولا ہوا ہے

یہاں سب چھوڑ کر جانا ہے طارقؔ
جب آئے گی ندا ، بھولا ہوا ہے

❀❀❀

غزل

رنگ میں کیسے بھنگ آ جائے
زیست کی جب امنگ آ جائے

تیری انگلی پکڑ کے چلتا ہوں
تا کہ چلنے کا ڈھنگ آ جائے

غور سے تیری بات سنتا ہوں
جو کہوں ، تیرا رنگ آ جائے

تیرا پیغام سب کو دیتا ہوں
یہ نہ ہو جلد ، جنگ آ جائے

ہاں مگر احتیاط کرتا ہوں
مجھ سے کوئی نہ تنگ آ جائے

میں سفر پر نکل کھڑا ہوں گا
تُو اگر میرے سنگ آ جائے

یوں ارادے بھی ناتواں نہ کرو
چال میں جس سے لنگ آ جائے

اپنے رب سے پناہ مانگتا ہوں
مفلسی سے جو تنگ آ جائے

ڈر ہے ، مضبوط سے تعلّق پر
وقت پڑنے پہ ، زنگ آ جائے

ابر برسے جو ریگزاروں میں
راگ گانے کو ، چنگ آ جائے

آس کے پھول کھلنے لگتے ہیں
جونہی دل میں ترنگ آجائے

سادگی دیکھ کر تری طارقؔ
یاد کوئی ملنگ آ جائے

غزل

سمجھ اپنی ہی فہمیدہ نہیں ہے
وگرنہ زیست پیچیدہ نہیں ہے

میں خوش ہوتا ہوں سن کر سب کی رائے
مرا ہر شخص گرویدہ نہیں ہے

مروّت سے ملا کرتا ہے مجھ سے
سفید اس کا ابھی دیدہ نہیں ہے

کوئی بھی کام ہو پوچھو خرَد سے
یہ دل اتنا جہاں دیدہ نہیں ہے

چلو اُس کی طرف تو ، دوڑا آئے
روایت یہ تراشیدہ نہیں ہے

نظر اس کی رہے ہر پل سبھی پر
کہ اُس کی آنکھ خوابیدہ نہیں ہے

ترے آنے سے دل بھی گھر ہے لگتا
مکاں اندر سے بوسیدہ نہیں ہے

مجھے امّید ہے بدلے گا موسم
تو دل اتنا بھی رنجیدہ نہیں ہے

سمجھنا مت ، خبر اُس کو نہ ہو گی
ترا حال اُس سے پوشیدہ نہیں ہے

غلط فہمی ہے گر کوئی یہ سمجھے
سُخن طارقؔ کا سنجیدہ نہیں ہے

❀❀❀

"قربانی کی عید"

پھر چلی آتی ہے قربانی کی عید
ہاں! خوشی لاتی ہے قربانی کی عید

احمدی ، جانوں کی دیں قربانیاں
یاد دلواتی ہے قربانی کی عید

حوصلہ جینے کا ہے ، پہرے میں کیا
ہم کو سکھلاتی ہے قربانی کی عید

ہاتھ کس نے کس کے خوں سے تر کئے
تم کو دکھلاتی ہے ، قربانی کی عید

کرب سے گر دل کو آزادی ملے
جاں کو راس آتی ہے قربانی کی عید

ظلم سہہ کر بھی نہ لب پر ہو گلہ
عہد دہراتی ہے قربانی کی عید

سنگ کھا کر بھی جو خاموشی رہے
دل کو تڑپاتی ہے ، قربانی کی عید

جو جفا کو بھی عبادت میں گنے
درد سہلاتی ہے ، قربانی کی عید

سر کٹے، آواز بھی کوئی نہ ہو
خامشی لاتی ہے ، قربانی کی عید

درد کو پہنا کے ہمت کا کفن
دفن کرواتی ہے ، قربانی کی عید

جب جفا کی آندھیاں چلنے لگیں
دل کو بہلاتی ہے قربانی کی عید

آگے بڑھ کر روک لو ، ظلم و ستم
حکم فرماتی ہے ، قربانی کی عید

زخم کھا کر بھی نہ ہو مایوس دل
سب کو پڑھاتی ہے قربانی کی عید

عہد طارق تم نے کیا پورا کیا
یاد دلواتی ہے قربانی کی عید

❁❁❁

غزل

جلا ، خدا کی جستجو میں جو ، وہی گلاب ہے
نفی میں ہی ثبوت ہے، عدم میں ہی جواب ہے

کسی کے عشق نے خُمار بِن پیئے عطا کیا
میں کیا کہوں، کہ معرفت ، لطیف سی شراب ہے

حقیقتوں سے واسطہ پڑا ہے اس جہان میں
نہ دل میں حسرتیں کوئی ، نہ آنکھ ہی میں خواب ہے

جو میں تھا، وہ تو مٹ گیا، ہے ذات اُس کی لم یزِل
فنا کی راہ پر ملا، بقا کا اِک نصاب ہے

نظر تلاشتی ہے تجھ کو ، ہر گلی کے موڑ پر
خِرَد نے کب سے کر دیا جو ترکِ احتساب ہے

سکھائے عقل خامشی ، ہے اضطرار میں سکوں
یہ بے زبانئ جنوں ، یہی مرا خطاب ہے

حضورِ حق میں جو گیا، وہی تو سرخرو ہوا
لہو سے دھل گیا وجود، جس کی آب و تاب ہے

جو زُہد میں صفا نہیں ، حیات کی جِلا نہیں
کہ سچ کا رنگِ صُوفیا ، فقط دلوں کا آب ہے

نہ ظرف میں، نہ حرف میں، دلوں میں عکس ہے ترا
اسی کے انعکاس سے چمکتا ماہتاب ہے

فراق کی ہے داستاں طویل ، مختصر سنو
وصالِ یار ہو نہ جس میں ، کیسا وہ شباب ہے

ندامتیں ہیں اس قدر ، کہاں پہ بھول ہو گئی
لکھا ہوا کتاب میں عجیب سا حساب ہے

کتابِ زندگی لکھی گئی ہماری خون سے
تو سُرخیوں میں سج گیا ہر ایک اُس کا باب ہے

ہے طارقؔ اس کی گفتگو سنی تو یہ گماں ہوا
سمجھ رہے ہو روبرو ہوا وہ بے نقاب ہے

❀❀❀

غزل

دل کے دروازے پہ جب دستک ہوئی کھولا نہیں
یا نظر بھر کر ، حسیں تم نے کوئی ، دیکھا نہیں

دوستی کی آڑ میں دشمن تمہیں ڈستے رہے
آستیں کے سانپ پہچانے ، انہیں جھٹکا نہیں

غیر کے در پر گئے ہو ، اُس سے بھی کچھ مانگتے
زندگی بھر جس نے خالی ہاتھ لوٹایا نہیں

روشنی پا کر اندھیری کوٹھڑی میں قید ہو
روزنِ زنداں سے خود تم نے کبھی جھانکا نہیں

گھپ اندھیری رات میں ڈھونڈو کرن ، کوئی شعاع
ہاتھ میں جس کے دیا ہو وہ تو پھر بھٹکا نہیں

اب ترے اطراف میں روشن ہوئے ہیں بحر و بر
نور کا دریا جہاں میں کس جگہ بہتا نہیں

جانے کب سے جاں بہ لب ہے عصرِ حاضر کا مریض
درد کا درماں کرے جو ، کیا ابھی آیا نہیں

تم کو ساقی دے رہا ہے جام طارقؔ ، تھام لو
جو بھی عالی ظرف ہے ، پی کر کبھی بہکا نہیں

❀❀❀

غزل

کِیا درد کا دل میں کس نے چراغاں
ہوئی رہ گزر عشق کی جس سے آساں

چمن میں ہو رنگیں بہاروں کی خوشبو
تو سینچا گیا خونِ دل سے گلستاں

ازل سے ہے تقدیر کی یہ روایت
محبت ہے اکسیرِ زہرِ رگِ جاں

ترے بعد دل کی ہے دھڑکن دگر گوں
کہ آتش لہو کی ہوئی اتنی سوزاں

دعا مانگتی ہے مری چشمِ نم یہ
کوئی خواب شب بھر ہو میرا نگہباں

جو تسبیح میں لفظ گننے میں آئے
وہ الفاظ کب تھے توجّہ کے خواہاں

بدن ہو کہیں ، دل کہیں اور اٹکے
خیالوں سے ایسے ، رہا ہوں گریزاں

ترے بعد دل کی صدا رک گئی ہے
نہ آہیں، نہ نبضیں ، نہ سانسیں پریشاں

ترے عشق کا دعویٰ جھوٹا ہے طارقؔ
ابھی تک نہیں چاک تیرا گریباں

❀❀❀

غزل

فطرتِ انساں میں ہے نُورِ ازل سے روشنی
نار پھیلائے گی کیا ، جنگ و جدل سے روشنی

جسم کی دیوار کے پیچھے چھپی ہے ایک روح
سچ کی جلوت میں بکھرتی ہے عمل سے روشنی

دل کی گہرائی میں جب کوئی سخن اُترے بھلا
جگمگاتی پھر ادب میں ہے ، غزل سے روشنی

کیا خوشی ہے کیا ہے غم ، بھولیں سبھی وصل و فراق
ذکر اِس کا ہو تو پیدا ہو ، اجل سے روشنی

لا مکان و لامکاں کے درمیاں مضمون ہے
حق شناسی کی نمو میں ایک پل سے روشنی

نیک فطرت خود بتا دے گی تمہیں سب جھوٹ سچ
کس طرف لے جائے گی تم کو جَہل سے روشنی

امن کی بربادیاں ہیں ، آگ لے کر آئی ہے
خوف پھیلاتی ہوئی ، جنگ و جدل سے روشنی

قدر انساں کی نظر آئے گی کیا انسان کو
خیرہ کر دے آنکھ ، جب چمکے دجل سے روشنی

ایک لمحہ سوچ کا ، در عقل کے سب وا کرے
علم کا جب ساتھ دیتی ہے ، عمل سے روشنی

فقر کے در پر جو رکھ آیا تمنّاؤں کا بار
اُس کو مل جائے قناعت کے محل سے روشنی

حُسنِ وحدت کو سمجھنے کے لیے گر دل ہو صاف
خود بخود دل میں اُترتی ہے ازل سے روشنی

چاند پیاسا ہے تو سیرابی کو اترے جھیل میں
دُور کر دے تشنگی ، دن بھر کنول سے روشنی

دل کے اندر نور ہو پیدا تو وہ دکھلائے راہ
کیا دکھائے گی تمہیں قسمت ، رمَل سے روشنی

دل سمو لیتا ہے جب حُبِّ حبیبِ کبریا
پھر عطا ہوتی ہے ربِّ عزّ و جل سے روشنی

رفتہ رفتہ سارے عالم پر عیاں ہو جائے گی
روک پایا کون ، تقدیرِ اٹل سے روشنی

ہر کوئی موسیٰ نہیں طارقؔ ، ہو جلوہ طُور کا
ہر کسی کو کب نظر آئی جبل سے روشنی

❀❀❀

مسرور سبھی تیرے ، انداز ہیں شاہانہ

(روزنامہ الفضل انٹر نیشنل 11 جون 2025ء)

مسرور سبھی تیرے ، انداز ہیں شاہانہ
مسکینی طبیعت میں ، فطرت ہے مسیحانہ

ہر لفظ ترے لب پر، ہے گوہرِ یک دانہ
کرتا ہے دلوں پر اک تاثیر جداگانہ

صحبت میں تری رہ کر دل پاک ہوں ویسے بھی
ہے تیری نصیحت کا انداز جداگانہ

دل تیری محبّت میں دیوانے ہوئے ایسے
دیکھے ہیں جو آنکھوں سے اخلاق کریمانہ

یہ حسن کا جلوہ ہے یا کوئی کرامت ہے
ہر اک تری چاہت میں کیسا ہوا دیوانہ

ہے سر پہ ترے جب سے دستار خلافت کی
تُو شمع ہے ہر دل کی، ہر دل ترا پروانہ

رہتا ہے کھلا تیرا مے خانہ، پیئیں سب ہی
بھر دے مرا کاسہ بھی، ہے عرض فقیرانہ

اے ساقی! سرِ محفل مَیں کیسے تجھے کہہ دوں
ڈرتا ہوں، نہ رہ جائے خالی مرا پیمانہ

ہم تیری اطاعت میں زینے سبھی طے کر لیں
ایسے نہ چلیں رستہ، منزل سے ہوں بیگانہ

بیعت میں تری آئے، سر آنکھوں پہ رکھتے ہیں
ہم تک جو پہنچتے ہیں ارشاد مسیحانہ

تو نبض شناس ایسا نائب ہے مسیحا کا
پائی ہے شفا اس نے جس نے تجھے پہچانا

ہو عمرِ خضر ایسی فعّال عطا تجھ کو
ہو جائیں سبھی حاصل مقصد ترے تابانہ

آئیں وہ نظر آنکھیں جو اشک بہاتی ہیں
مشکل ہے محبّت کے آثار بتا پانا

مجھ پر بھی نظر کر دے، ہو جائے سپھل جیون
اک تیری محبّت میں طاؔرق بھی ہے مستانہ

غزل

مکانِ دل ہوا آباد سا نظر آئے
محبّتوں کی جہاں ابتدا نظر آئے

قضا کے موڑ پہ بھی اس سے جو رہا راضی
اُسی کے چہرے پہ نورِ صفا نظر آئے

جو زخم دل میں چھپاتا ہے، خوف رکھتا ہے
وفا نہ کم ہو جب اس کی جفا نظر آئے

فنا کی راہ میں چلتے ہیں راہی دم سادھے
خموشیوں میں رُخِ کبریا نظر آئے

قدم تھمے نہیں جب سے سمجھ لیا نکتہ
فنا میں جاوداں رنگِ بقا نظر آئے

نہیں وہ مسجدوں میں ، مندروں میں ہی پنہاں
خدا کا روپ ہمیں ہر جگہ نظر آئے

دعا میں سوز ہو ، دل درد سے تڑپتا ہو
تو خامشی میں بھی صوتِ ندا نظر آئے

جب اس کے حسن کا ، احسان کا رہے احساس
یہ سر تو سجدے میں ہر دم جھکا نظر آئے

ہے سب سے بڑھ کے حیا ، جس میں عکس ہو اس کا
کہ آئینے میں بھی نقشِ حیا نظر آئے

ہوں طارق ایسے رضا پر خدا کی راضی ہم
نہ کام کوئی بھی ، صبر آزما نظر آئے

❀❀❀

احمد آباد کے اندوہناک حادثے پر۔۔۔۔

جو گھر سے نکلے تھے منزلوں کی تلاش میں، وہ بکھر گئے ہیں
فضا میں چیخوں کی گونج باقی ہے، خواب سارے تو مر گئے ہیں

زمیں پہ بکھرا پڑا ہے سامان ، زندگی کی ہنسی اڑائے
فلک پہ قسمت کے سب ستارے ہی رُخ بدل کر گزر گئے ہیں

نہ ماں کی ممتا بچی ہے باقی ، نہ پیارے بچوں کی مسکراہٹ
مسرّتوں کے حسین لمحے وہ ایک پل میں کدھر گئے ہیں

کسی کی بانہوں میں رہ گیا تھا وفاؤں کا عمر بھر کا وعدہ
کسی کے الفاظ ، لب پہ آئے بنا ہی کر کے اثر گئے ہیں

یہ کون لایا تھا راستے میں فلک کے اتنے سیہ اندھیرے
یہ کون خوابوں کے کارواں لے کے اور کرنے سفر گئے ہیں

دعاؤں میں بھیگتی ہیں آنکھیں کہ یاد ان کی ستا رہی ہے
رکھے گا زخموں پہ کون مرہم کہ دل دکھوں سے تو بھر گئے ہیں

جو کل گئے تھے، پلٹ کے آنا محال ہو گا تھا کس نے سوچا
عزیز ان کے تلاش میں ہیں کہ ان کے پیارے کدھر گئے ہیں

کبھی ستارے تھے جو فلک کے، جو وقتِ رُخصت چمک رہے تھے
وہ آرزوؤں کی ، خواہشوں کی چتا کو خود راکھ کر گئے ہیں

وہی ہے مالک ، اسی کی مرضی پہ صاد کر کے ہوئے ہیں راضی
بلاوا اس کا جب آئے طارقؔ ، جھکا کے سارے ہی سر گئے ہیں

❀❀❀

*خطبۂ عید کے بعد۔۔۔

عزمِ داعیانِ الی اللہ*

پیام پہنچاؤں حکمتوں سے ، محبّتوں کی زبان بولوں
خلوصِ دل سے ، دعائیں کر کے ، جو پُر اثر ہو بیان بولوں

مجھے یہ تعلیم دی گئی ہے ، کہ نرم لہجہ ہو گفتگو میں
تو سب سے بہتر دلیل دے کر بھی عاجزی سے گیان بولوں

مزا میں لیتا ہوں تلخ باتوں کو سن کے شیریں جواب دے کر
میں باغِ احمد کا اک ثمر ہوں تو کر کے اس کا دھیان بولوں

ہے کس کی جرأت کہ اس شجر کی ذرا سے بھی کوئی شاخ کاٹے
حفاظت اس کی ہے ذمّہ داری مری ، ہوں میں باغبان بولوں

ہے میرا مقصد یقین سے میں گماں کو بدلوں ، دلیل دے کر
زباں حلاوت سے پُر ہو میری ، میں ہو کے یوں مہربان بولوں

جھُکا کے گردن نگاہ ڈالوں جو اپنے دامن میں ، کہہ سکوں میں
نہیں ہے دنیا کا کوئی لالچ ، میں دیں کا ہوں پاسبان بولوں

گزر کے آیا ہوں ابتلاؤں سے ، سخت جاں ہوں نہ ہل سکا میں
ہر آزمائش میں پورا اتروں ، مرا جو لے امتحان ، بولوں

ہے علم و حکمت مری وراثت ، ہے نرم گفتار میری عادت
عمل مرا اس کی دے گواہی ، سلام ہو جاہلان بولوں

مجھے خلافت سے ہے محبّت ، کروں گا ہر حکم کی اطاعت
کروں گا میں نرم گوئی عادت، اسی میں ہے میری شان بولوں

❀❀❀

غزل

کسی پر کب یہ آ جائے ، پتہ دل کا نہیں ہوتا
اسے سنبھال کر رکھو تو یہ بدلا نہیں ہوتا

جو دل پر لکھ دیئے ہوں ، حرف اُس کی بے وفائی کے
وہی دل بارہا کہتا ہے، وہ جھوٹا نہیں ہوتا

دعا کی شکل میں ڈھل کر وہ پہنچے آسمانوں میں
اگرچہ آنکھ سے آنسو ابھی ٹپکا نہیں ہوتا

نگاہوں کی وفا سے راز کھُل جاتے ہیں پردوں میں
تو کیا چشمے کے پیچھے چشمۂ اصفیٰ نہیں ہوتا ؟

ندا آتی ہے دل کو ، ایک ایسے وقت میں اکثر
کوئی مانوس آوازوں کا جب رستہ نہیں ہوتا

جفا سہنا عبادت ہے، اگر مقصود ہو تُو ہی
محبت میں کوئی بھی راز سر بستہ نہیں ہوتا

وہی ہے اصل میں زندہ مٹا لے جو انا اپنی
جو "میں" میں قید ہو، اُس کا کوئی رتبہ نہیں ہوتا

خطا اپنی کو سمجھے ، اُس پہ نادم ہو حقیقت میں
خدا کے در پہ جو گرتا ہے شرمندہ نہیں ہوتا

تری ہر بات میں جو تھا ، سخن سے ماورا ٹھہرا
گلہ دل کا ، زباں سے پر ، کبھی نکلا نہیں ہوتا

تعلّق ٹوٹ جاتے ہیں کہ دل تو آبگینے ہیں
صلہ رحمی سے جوڑا گر کوئی رشتہ نہیں ہوتا

کرو طارقؔ دعا جو توڑ دے زنداں کی دیواریں
محبت کے بنا تو عرش پر سجدہ نہیں ہوتا

❀❀❀

غزل

وہ شخص جو تنہائی میں تنہا نہ لگا تھا
دیکھا تو سرِ بزم مجھے سب کا لگا تھا

جب اُس نے نظر بھر کے مجھے دیکھا اچانک
اک پل میں ہوا کیا کہ مجھے اپنا لگا تھا

خاموش رہا میں تو مجھے دیکھتا رہا
اک درد جو آنکھوں سے مری بہتا لگا تھا

وعدوں سے مُکر جاتا یہ ممکن ہی نہیں تھا
وہ شخص حقیقت میں بڑا سچا لگا تھا

میں نے بھی سنبھالا ہے اسے دل میں بسا کے
طارقؔ وہ مرے دل کو بڑا اچھا لگا تھا

❀❀❀

غزل

وہ یادوں کی بستی میں کہیں کھویا لگا تھا
دیکھا جو اسے مجھ کو وہ افسردہ لگا تھا

وہ رات بہت دیر تلک چین سے سویا
لگتا تھا ، کوئی خواب اسے اچھا لگا تھا

سرگوشی میں کی بات جو کی بات کسی سے
میں جاگ نہ جاؤں یہ اسے دھڑکا لگا تھا

میں کروٹیں لیتا ہوا ، کیسے یہ بتاتا
خوابوں پہ بھی میرے تو یہاں پہرا لگا تھا

بات اس نے تو کی تھی کہ اسے بھول ہی جاؤں
میں اس کے جو گھر پہنچا وہاں تالا لگا تھا

سمجھا وہ مجھے اس سے سرو کار نہیں ہے
مجھ کو بھی تو اک بار یہی جھٹکا لگا تھا

انجانے میں غمِ ہجر کے پالے تھے کئی سال
اس کو بھی مجھے دیکھ کے دھچکا سا لگا تھا

میں نے بھی دکھائے تھے اسے زخمِ جگر کچھ
داغ اس کے بھی دامن پہ بڑا گہرا لگا تھا

اب بیٹھ کے یادوں کی کہانی کو سنا جب
اس کو بھی کہیں زخم محبّت کا لگا تھا

طارقؔ یہ محبّت کے فسانے ہیں عجب سے
ظاہر میں پرایا بھی مجھے اپنا لگا تھا

❀❀❀

غزل

یہ قسمت جب دلِ نا آشنا پر مہرباں ہو گی
محبّت لا مکاں کی ، خاکِ تن کی داستاں ہو گی

نظر میں وسعتِ صحرا، نفس میں رنگِ جاں تو ہے
صدائے دوستاں ، محمل میں جرَسِ کارواں ہو گی

سرِ ہر موج، کوئی نغمۂ آہ و فغاں گونجے
اگر سوزِ دروں سچا ہے ، آتش جاوداں ہو گی

نہ دیکھے گا نیا سورج حجابِ رنگ و بُو، گُل کا
مہک پھیلی چمن میں جب ، کہاں تک بے نشاں ہو گی

خودی کے شیشہ خانے میں، اگر دل ٹوٹ بھی جائے
یہ عکسِ یار کی مے ، آئنے کا پھر گماں ہو گی

گماں سے بھی زیادہ ہے یقینِ دید کا منظر
محبت گر خلوصِ دل سے ہو، دیدارِ جاں ہو گی

ابھی ہم مست ہیں، لیکن سفر رکتا نہیں ہر گز
کہاں تک خوابِ ہستی ، نیستی کا امتحاں ہو گی

لبوں پر ذکر تھا جس کا، وہی پیکر، وہی خوشبو
کبھی دل کا ، کبھی دلدار کا وہ امتحاں ہو گی

ازل کے راز، اک اک کر کے کھل جائیں گے دل پر جب
خموشی بول اٹھے گی ،اگرچہ بے زباں ہو گی

جو تیرے عشق میں ہارا، اُسی نے اصل میں پایا
یہ بازی عشق کی طارقؔ ،کہاں اہلِ زیاں ہو گی

❀❀❀

غزل

محبت کی اٹھّی ہے دل میں امنگ
ہے جذبوں میں لَو کی نئی اک ترنگ

نظر کا فسوں، دل کے بیتاب رنگ
ملی روح جا کر بھلا کس کے سنگ

جو تیری نظر ہو، تو میں نَے کا چنگ،
ہے نغمہ، ترانہ ، اشاراتِ جنگ

یہ چل دی کہاں زندگی کی پتنگ
کہ پرواز کے اس کو آتے ہیں ڈھنگ

ہوا ہو گیا عدلِ ملکِ فرنگ
ہے مستی، ہیں بے خود روایات سنگ

ازل کی خبر بھی، ابد کا نشاں
خدا کا بنایا یہ آہنگ و رنگ

تجھے ڈھونڈتی ہے ہوا بھی کہاں
نہ منزل، نہ سایہ، نہ کوئی سرنگ

ہے ہر سُو تری ذات کا بانکپن
ازل سے ابد تک جہاں کی ترنگ

مجھے کھینچ لاتی ہیں اکثر یہاں
ترا شعر و نغمہ ، زباں ہے دبنگ

جو میں خود سے بھاگوں تو بھٹکوں کہاں
یہ دنیا، یہ وعدے، یہ لمحوں کا جھنگ

ازل سے ہوں تیرے فقیروں میں گم
انہیں ڈھونڈتا ہوں جو تیرے ملنگ

میں چھوڑوں یہ جھوٹی خوشی بھی کہاں ؟
مجھے تُو سکھا دے محبّت کا ڈھنگ

ترے ہجر کا زہر پیتا ہوں روز
کہ اکسیر ہے تیری یادوں کی بھنگ

ہے جادو نگہ ، دل بچاؤں کہاں
دھڑکتا تری تھاپ ہی کے ہے سنگ

نہ ان کا کہیں لقمۂ تر بنوں
کہ بھوکے بہت جھیل کے ہیں نہنگ

ستر ڈھانپ دے میرے ستّار تُو
کھلے ہیں ترے سامنے میرے ننگ

تجھے بھیک طارقؔ ملے بھی تو کیوں
نہ ہاتھوں میں کاسہ ، نہ ٹانگوں میں لنگ

❀❀❀

غزل

اُس تجلّی کے مقابل ، حسن سب ہی خام تھا
دل لرزتا رہ گیا اور لب پہ اس کا نام تھا

وقت کی زنجیر ٹوٹی، ہجر کے ایّام میں
عشق کے آغاز ہی سے، لب پہ اس کا نام تھا

ذکر کی عادت پڑی ایسی کہ فطرت بن گئی
ہاتھ کاموں میں مگن اور لب پہ اس کا نام تھا

خود کو میں نے پا لیا اس کی فنا میں ڈھل کے جب
کچھ نہ تھا، کچھ بھی نہ تھا، بس لب پہ اس کا نام تھا

دل کو سودا تھا کہ اس کے وصل کا ہو سلسلہ
روح کو تسکین دیتا ، لب پہ اس کا نام تھا

رات کی تنہائیاں تھیں، اور نگاہیں اشک بار
چاند روٹھا جا رہا تھا، لب پہ اس کا نام تھا

خواب کے اُس پار کوئی روشنی آئی نظر
خامشی کا یہ کرشمہ، لب پہ اس کا نام تھا

ہر قدم پر ذات کی ویران گلیاں اور میں
سلسلہ ٹوٹا نہیں تھا، لب پہ اُس کا نام تھا

رنگ بھی، خوشبو بھی سب ،اس میں میں سِمٹ کر رہ گئے
سارا عالم بھول بیٹھا، لب پہ اُس کا نام تھا

سالکوں کی بزم میں اک وجد سا طاری ہوا
ذکر میں، سجدے میں، نغمہ، لب پہ اس کا نام تھا

کون کہتا ہے کہ طارؔق ، رابطہ اس سے نہیں
آخری سانسوں تلک بھی، لب پہ اس کا نام تھا

❀❀❀

غزل

خواب میں آ کے جگا جائے مہک یادوں کی
دل کو بہلائے ، کہا جائے ، مہک یادوں کی

لمس وہ نرم سا ، ہوں جس میں دعائیں شامل
روح کو کیسے ہلا جائے ، مہک یادوں کی

میں نے ہر رنگ میں پایا اُسے خاموشی میں
ذکر سے جی کو جِلا جائے مہک یادوں کی

نقشِ ہستی سے مٹا دے جو تعلق کا فریب
نفس پر وار چلا جائے ، مہک یادوں کی

جلوۂ یار کی صورت میں ہو دل پر نازل
اور آنکھوں میں سما جائے مہک یادوں کی

خاک کو نور میں بدلے، ہو کرم اس کا ظہور
ذرے ذرے میں جو آ جائے مہک یادوں کی

ہر صدا اُس کی ہو جیسے کہ ازل کی بنسی
وقت کا راگ سنا جائے مہک یادوں کی

اُس کے وعدے کی طرح ، ہوتی نہیں گم گشتہ
سارے رشتوں کو نبھا جائے مہک یادوں کی

عشق گر سمجھیں تو ہر سانس میں اک راز کھلے
یوں ہی پل پل نہ ستا جائے مہک یادوں کی

ہجر کی رات ہو، یا قرب کی ساعت کا سفر
دہر طارقؔ کو بھُلا جائے ، مہک یادوں کی

❀❀❀

غزل

دلِ مضطرب میں سکوں ہے کہاں
سنو دے رہا ہے ، صدا لامکاں

زمانے کے اندر ہے سِرِّ نہاں
نظر ڈھونڈتی ہے کوئی رازداں

تُو آغاز سمجھا، نہ آخر زماں
مری جیت اب ہو رہی ہے عیاں

خیالوں میں آیا تھا شب کا جنوں
سنی کس نے دل کی تھی آہ و فغاں

مرے حال کی ہے جو شمعِ زُبوں
وہ جلتی ہے ہر حال میں درمیاں

کہاں تک رہے گا یہ ساگر خموش
ہوا کی ہے زد پہ کہیں باد باں

محبت بھی کیا ہے ! فقط جوشِ خوں
لکھی عشق کی سرخ ہے داستاں

سخن کا کنایہ تری یاد بھی
سمجھ کس کو آئے گی تیری زباں

چُھپا ہے کہیں ، تو گُلابی چَمن
اٹھاتا کوئی ناز بر داریاں

ہُوا ہے سخن کا جو تجھ پہ اثر
بدل تُو گیا ہے سو میں ہوں رواں

یہ عشقِ مجازی نہیں اس لئے
نہ تنہا ہے طارقؔ ، نہ تُو بے نشاں

❀❀❀

غزل

دل میں جو راز ہے، لب پر وہ بھلا کیوں آئے؟
خامشی بول تو دے ، کوئی اگر سن پائے؟

حسن پردے میں بھی دکھلاتا ہے جلوہ اُس کا
آنکھ جب اس پہ پڑے ، کیوں نہ ٹھہر ہی جائے

ہم نے تجھ میں بھی خدا کا ہے سراپا دیکھا
کعبہ جس سمت بھی دیکھا ، ترا نظر آئے

امتحاں میرا ہے ، تیری یہ تمنّا تو نہیں
ہجر کا وقت ہمیں اور ذرا ترسائے؟

خود کو کھویا ہے تری ذات نظر تب آئی
چار سُو ، آئینہ ، اب عکس ترا دکھلائے

زخم اب مرہمِ عیسیٰ کا طلب گار ہوا
درد ہو دل میں تو کیسے نہ اسے تڑپائے

چاندنی شب میں جھلک چاند دکھا جاتا ہے
اس کی تصویر ہی خوابوں میں برابر آئے

عشق کی راہ میں سب چھوڑ دیا جاتا ہے
تو جو مل جائے، تو باقی بھلا کیا رہ جائے؟

نام اس کے جو لکھا کرتا ہے طارقؔ نامے
ان کا ہر لفظ فقط اس کے ترانے گائے

❀❀❀

غزل

محوِ حیرت ہوں کہ کیوں ، جلوہ ترا مانگے کوئی
دل میں جب تُو ہی بسا ہو ، تجھ سے کیا مانگے کوئی؟

چشمِ دل سے دیکھ پائے جلوۂ ذاتِ ازل
کس نظر سے دیکھنا ہے ، زاویہ مانگے کوئی؟

سوزِ ہجرِ یار پا کر بھی رہے خاموش دل
زخم کھا کر، درد ، وہ بھی، جاں فزا مانگے کوئی؟

خُو بدل جائے زمانے کی، بدلتے ہم نہیں
عشق میں شرطِ فنا ہو، پھر بقا مانگے کوئی؟

رنگ میں اُس کے ہو شامل ہر نفس، ہر اک صدا
جب وہی ہر سُو دکھے، پھر اور کیا مانگے کوئی؟

یاد کی بارش میں اُس کا نام ہو بھیگا ہوا
دل کی مٹی میں گُندھی اُس کی وفا مانگے کوئی؟

قافلہ ہستی کا ہے اور اک مسافر ہم بھی ہیں
دھوپ سے بچنے کا کیوں سایہ بھلا مانگے کوئی؟

راہ میں کانٹے بھی ہوں، کوئی دلاسہ بھی نہ ہو
ہنستے ہنستے پھر بھی اس کا راستہ مانگے کوئی؟

لب پہ آ جائے وہی طارقؔ نہ کچھ ہو درمیاں
جب دعا میں وہ سما جائے، دعا مانگے کوئی

❀❀❀

غزل

ذکرِ وصلِ یار سے دل میں اٹھی شوریدگی
ہجر کے موسم میں آتی ہے نظر، نمدیدگی

پوچھتے ہو کیا سبب چہرہ اتر جانے کا ہے
تیرا غم ہے ، تیری یادیں ، باعثِ رنجیدگی

جب کبھی پندار ٹوٹا ہے سمجھ آئی ہمیں
زندگی نے دکھ دیئے تو ، آ گئی سنجیدگی

تیرا چہرہ سامنے آ کر کرے تسکینِ دل
ہم پہ بیداری میں بھی طاری رہے خوابیدگی

اب کے آثارِ بہاراں ہم کو بھی آئے نظر
دشت میں *خارِ مغیلاں پر بھی ہے روئیدگی

آسماں سے آشنا طارقؔ ہوئے ان کے سبب
ہے سکھائی امتحانوں نے ہمیں بالیدگی

غزل

تُو ہی محراب ہے، تو مری سجدہ گاہ
تُو ہی قبلہ مرا ، تیری جانب نگاہ

تیرے دیدار کی ، وصل کی جو تھی چاہ
اس لیے ڈھونڈ لی ، دل کی دنیا میں راہ

جاں لٹا دی ہے راہِ طلب میں اگر
میری منزل ہے ، اخلاص کی بھی گواہ

تھی خبر اپنا جلوہ دکھائے گا تُو
اپنی آغوش میں دے گا مجھ کو پناہ

عشق کی راہ میں ہوش دشوار ہے
آگ میں پھینکا جائے ، بچانے کو جاہ

پیار کرنے سے تو زندگی ہو عطا
عشق سچا تو کرتا نہیں ہے تباہ

ہجر میں بھی وفا کا ہے جلتا دیا
روشنی میں مسافر کو ملتی ہے راہ

خاک میں جا کے سوئیں گے اک دن سبھی
پوچھے جائیں گے پھر سب ثواب و گناہ

وقت آتا ہے، سب ذات مٹ جاتی ہے
کاسہ لے کر کھڑے اس کے در پر ہوں شاہ

طارق اک دن خدا کو یہ دینی ہے جاں
جان جاتے یہ پہلے ہی سب کاش! آہ !

❀❀❀

غزل

ہر روز دیکھتے ہیں اسے ، ہم حجاب میں
کب تک رہے گا سامنے ایسے نقاب میں

دیکھی چمک اسی کی رُخِ ماہتاب میں
جیسے مہک کسی کی ہو سمٹی، گلاب میں

پڑھتے ہیں سب اسی کی کہانی نصاب میں
اس سے وفا ہے فرض ہوئی ، اک کتاب میں

ہو گا وصال و ہجر کے قصّے کا ذکر بھی
دھُلتے ہیں سب گناہ تو ساون کے باب میں

کھینچی ہے کس نے روح کے چہرے پہ تشنگی
پانی کو ڈھونڈتا رہا ہوں اک سراب میں

پوچھا کسی نے کیوں مجھے اتنا ہے اضطراب
کہہ دوں کہ حوصلہ نہیں اتنا ، جواب میں

ساقی نے جب وصال کی مجھ کو نوید دی
تیرا فراق بہہ گیا ہے سیلِ آب میں

جلتا رہا ہوں آگ میں ہجر و فراق کی
تجھ سے جدائی بھی تو ہے شامل عذاب میں

طارقؔ کروں گا پیشگی میں رحم کی اپیل
نیکی کوئی لکھی بھی ہو میرے حساب میں

❀❀❀

غزل

چیر کر سینہ ، مرے دل کو جو نہلایا گیا
نفسِ امّارہ کا مجھ پر جو پڑا سایہ گیا

آسماں کی وسعتوں کی سیر کروائی گئی
جو لکھا تھا لوح پر وہ خواب دکھلایا گیا

تیرگی کے راز سارے دل نے خود افشا کیے
کس سے میرا سامنا تھا ، مجھ کو سمجھایا گیا

چشمِ دل پہ جب کھلا اک موجِ نورِ بے حجاب
نام کب اُس کا لیا ، آنکھوں سے کہلایا گیا

ہجر میں جو سوز آیا، وصل میں وہ گل ہوا
جو کبھی کھویا ، چمن اس سے ہی مہکایا گیا

عشق کی راہوں میں ، میں تھا، اور نہ کوئی *بد رقہ
ہر قدم پر بار لیکن مجھ سے اٹھوایا گیا

خود کو پایا، خود کو کھویا، پھر ملا ہے آئینہ
آئنے کے پار پھر اس دل کو دھُلوایا گیا

بادباں خوابوں کے تھے، اور دل کی تھی ناؤ مری
ڈوبنے سے پیشتر مجھ کو تھا بہلایا گیا

جب طلب کی آنچ کم ہو، تب عطا کی بات کر
دل کو بھایا وہ مگر جو بے طلب پایا گیا

روح کو اس لمسِ نازک کا بھی کچھ احساس تھا
آنکھ نے جو کچھ بھی دیکھا، دل کو تڑپایا گیا

ذکر میں، مستی میں طارقؔ اور فنا کے باب میں
آئنے میں ایک ہی چہرے کو چمکایا گیا

بدرقہ: رہبر، رہنما، معاون، دستہ

❀❀❀

غزل

دل محبّت میں دے کے صدا رہ گیا
ایک چہرہ وہی آشنا رہ گیا

جسم موجود ہے، دل کہیں اور ہے
خود سے باہر میں کب سے جدا رہ گیا

وقت ٹھہرا ، پڑی اس کی مجھ پر نظر
تب سے میں وقت سے ماورا رہ گیا

عشق نے تو سکھائی فنا کی روش
میں سمجھتا ہوں، میں تو بھلا رہ گیا

پہلے اُس کی دعا سے حکومت ملی
پھر وہی اس دعا کی سزا رہ گیا

راہِ الفت میں سب کچھ لٹا تو دیا
سالکوں کے لئے رہنما رہ گیا

مے تھی پیالوں میں یا پھر نگاہوں سے پی؟
بے خبر ہوں، مگر اک نشہ رہ گیا

جب تصنّع سے دل بھر گیا ایک دن
میرا اِخلاص بن کے وفا رہ گیا

ذکر اُس کا، شفا روح کی ، جب بنا
ذکر اُس کا ہی اک آسرا رہ گیا

کیا گلہ اُس سے طارقؔ ، دیا جس نے سب
میں ہی شاید خطا در خطا رہ گیا

❀❀❀

غزل

دل محبّت میں دے کے صدا رہ گیا
ایک چہرہ وہی آشنا رہ گیا

جسم موجود ہے، دل کہیں اور ہے
خود سے باہر میں کب سے جدا رہ گیا

وقت ٹھہرا ، پڑی اس کی مجھ پر نظر
تب سے میں وقت سے ماورا رہ گیا

عشق نے تو سکھائی فنا کی روش
میں سمجھتا ہوں، میں تو بھلا رہ گیا

پہلے اُس کی دعا سے حکومت ملی
پھر وہی اس دعا کی سزا رہ گیا

راہِ الفت میں سب کچھ لٹا تو دیا
سالکوں کے لئے رہنما رہ گیا

مے تھی پیالوں میں یا پھر نگاہوں سے پی؟
بے خبر ہوں ، مگر اک نشہ رہ گیا

جب تصنّع سے دل بھر گیا ایک دن
میرا اِخلاص بن کے وفا رہ گیا

ذکر اُس کا ، شفا روح کی ، جب بنا
ذکر اُس کا ہی اک آسرا رہ گیا

کیا گلہ اُس سے طارقؔ ، دیا جس نے سب
میں ہی شاید خطا در خطا رہ گیا

❀❀❀

"کتنے حَسِیں تھے، آبِ صبر، سے تھے جو، باوضو ہوئے"

کتنے حَسِیں تھے ، آبِ صبر ، سے تھے جو ، با وضو ہوئے
ترسے جو بوند بوند کو ، شوقِ فنا میں جُو ہوئے

کتنے حُسَین تھے جنہیں پالا پڑا یزید سے
اپنا لہو بہا کے وہ ، دیکھئے سُرخُرُو ہوئے

قافلۂ سکوں نہ تھا ، حفظ و اماں دروں نہ تھا
امن کی تھے تلاش میں ، مظہرِ جستجُو ہوئے

ظلم و ستم کی داستاں ، ایک سے بڑھ کے ایک ہے
وہ بھی دلیر لوگ تھے ، جَبُر کے روبرو ہوئے

سوچا ہے کربلا کا جو ، اشک تو آج بھی بہے
اب تک چمک رہے ہیں وہ ، موتی جو ماہ رُو ہوئے

حق کے لئے فدا ہوئے دل میں جگہ بنا گئے
چرچے انہی کے چار سُو ، دہر میں کُو بہ کُو ہوئے

راضی تھے وہ رضا پہ ، رب کی ، جنّتوں میں جب گئے
اُن سے تو پھر ملائکہ ، ہی محوِ گفتگو ہوئے

کب تک نہ سیکھ پاؤ گے مہر و وفا کے سلسلے
سَبّ و شَتُم جھیلنا ، کب سے ہماری خُو ہوئے

ایک کے بعد ایک پھر ، طارقؔ نثار جان ہو
عشق میں مدّتیں ہوئیں ، دل کی یہ آرزو ہوئے

❀❀❀

آزاد نظم

فقط ملنے نہیں آنا

کہا کس نے کسی کے بِن، کٹھن ہے زندگی میری
کہا کس نے گزرتی ہے مری شب جاگ کر اکثر
کہا کس نے اکیلے کاٹنے کو دوڑتا ہے گھر
کہا کس نے اداسی نے یہاں ڈالے ہیں ڈیرے اب
کہا کس نے کہ تنہائی مرا دُکھ ہے کوئی بانٹے
کہا کس نے بچھڑنے کا تو غم دل چیر دیتا ہے
کہ تنہائی میں آنکھوں کو یہ بھر بھر نِیر دیتا ہے

مگر جس نے کہا سچ سچ کہا اُس نے حقیقت ہے
کہ اب اس عمر میں رہنا اکیلے، مار دیتا ہے

مرے بچو!
مجھے اس عمر میں تنہا نہ رہنے کے لئے چھوڑو
بھرے گھر میں مجھے ایسے اکیلا چھوڑ مت دینا
فقط ملنے نہیں آنا، مرے تم ساتھ ہی رہنا

~

تمہیں دیکھوں گا تو ہر پل مجھے جتنی خوشی ہو گی
مرے ہر سانس میں داخل نئی اک زندگی ہو گی
مجھے تم چھوڑ مت جانا
مری جو زندگی باقی ہے مجھ سے چھین مت لینا
نصیحت ہے مری سمجھو تو مجھ سے درگزر کرنا
سمجھ کر باپ کی درخواست یہ
برداشت کر لینا

~

اگر کچھ کہہ دیا میں نے
کہیں غصّے بھرے لہجے میں
تم سے بات کر دی ہو
بتایا کیا ہے بہتر اور
نہیں بہتر جو کیا ہے وہ
تمہاری ہی محبّت میں کہا میں نے، کہا جو بھی
اُسے تم دل پہ مت لینا

~

دعایئں بھی بہت رو رو کے کیں میں نے
اگر تم جاننا چاہو۔۔

مگر تم میری ساری گفتگو کو بھول جانا
اور کہنا یہ کہ ہم کو پیار ہے تم سے
تمہارے ساتھ ہی رہنا ہے ہم سب نے
ہمیشہ ہی اگر چاہو!

~

مرے پیارے جگر گوشو!
ہمیشہ یاد رکھنا یہ
ہمیں ناراض کر لو گے
خدا راضی نہیں ہو گا۔۔
یہی تعلیم قرآں کی
یہی فرماں نبی کا ہے۔

~

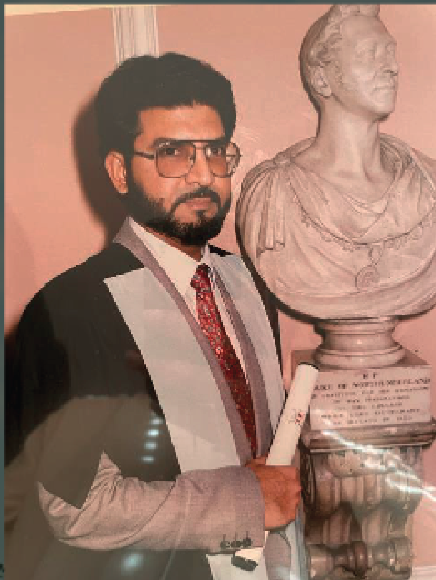
تو کیسے چھوڑ دیں تم کو
جلو گے آگ میں تم تو!
ہمیں کب چین آئے گا
ہمیں کب نیند آئے گی

دعائیں پھر ہماری ہی تمہارے کام آئیں گی
کریں گی آگ کو ٹھنڈا
ہوا جنّت کی لائیں گی

تو مُنہ جنّت سے مت پھیرو
دعاؤں سے نہ منہ موڑو

❁❁❁

اختتام



ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ ایف آر سی ایس کی ڈگری لینے کے بعد رائل کالج آف سرجنز آئرلینڈ ڈبلن۔ نومبر ۱۹۹۴

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری (سندھ) آگئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد 1970 میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے 1975 میں ایف ایس سی کیا۔ 1982 میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ 1990 میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آگئے۔ یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ، مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آکر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یو کے سے منسلک ہیں۔ باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ 2020 سے کیا۔ اس سے قبل ان کے درج ذیل مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔

1۔ لبِ گلاب 2۔ چاکِ دامانِ جنوں 3۔ ہم قدم، دم بدم 4۔ در آئینہ صفِ دوستاں

5۔ نصیبِ چارہ گری 6۔ بازگشت 7۔ پیتم بن من سوتا 8۔ روزنِ خانۂ دل

9۔ سرنامۂ نور 10۔ دربارِ خلافت میں نذرانۂ عقیدت و محبت ۱۱۔ ایک اور ایک گیارہ ۱۲۔ برشگالِ نور

۱۳۔ گمان سے یقین تک ۱۴۔ رنگِ وفا دیکھو تو ۱۵۔ آئینہ ابرار کا ۱۶۔ سخن سمندر ۱۷۔ منتِ کشِ دعا

۱۸۔ دھنک اجالے